21 ۔ مصیبت بھی راحت فضا ہو گئی ہے

حسرت موہانی

شعر 1

مصیبت بھی راحت فضا ہو گئی ہے

تِری آرزو رہنما ہو گئی ہے

مفہوم:

تجھے پانے کی خواہش میں ہر مصیبت راحت فزا ہے۔

تشریح:

حسرت موہانی اردو ادب کے مشہور غزل گو شاعر ہیں۔ عشق حقیقی، غم دوراں اور غم جاناں پر مبنی ان کے اشعار زندگی کی محبتوں کے ترجمان بھی ہیں اور تلخیوں کے عکاس بھی۔

تشریح طلب شعر میں وہ راہِ وفا اور عشقِ حقیقی کی راہ میں آنے والی مصیبتوں کے راحت بڑھانے کا باعث بننے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ راہِ شوق میں اور راہِ سلوک میں جب سے میں اللہ کے قرب اور خوشنودی کا آرزومند بنا ہوں اور اس کی رضا کے لئے محنت کی ہے تو اس کام میں طرح طرح کے مصائب، رکاوٹوں، مصیبتوں اور بلاؤں نے مجھے شکستہ دل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ پریشانیاں میری راحت میں اضافے کا باعث بنیں کیونکہ راہِ خدا میں آنے والی ہر مصیبت سے مجھے مزید سکون ملا۔ ان پریشانیوں رکاوٹوں کے باوجود میں عازم سفر ہوں۔ اپنے مقصد سے ہٹا نہیں اور اللہ کے نزدیک مزید پسندیدہ بن گیا ہوں کہ سب تکلیفیں سہہ کر بھی اس کی خوشنودی کا متمنی ہوں۔

بس تیری رضا تیری خوشنودی ہمیں ملے

وہ غم سرمایا ہے جو تیری راہ میں ملے

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبروں کی میراث اور ان کی سنت ہے کہ انسان تکلیفیں سہے اور خدا کی رضا پہ عمل جاری رکھے۔ ایسے حالات میں اللہ کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے اور ہجوم بلا انسان کو مایوس نہیں کرتا، ایک شاندار منزل یعنی اللہ کا قرب سامنے ہوتی ہے۔

ہر حال میں رہا جو تِرا آسرا مجھے

مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

مجازی معنوں میں دیکھا جائے تو شاعر کا مطمع نظر محبوب کی محبت والفت ہے اب اس راہ میں آنے والی مصیبتیں پریشانیاں سکون آور اور راحت فضا ہیں۔ جب محبوب کا پیار من میں جاگا ہو۔ اس کی یاد دل میں رچی بسی ہو تو کڑا وقت کوئی معنی نہیں رکھتا۔

یوں کس طرح کٹے گا کڑی دھوپ کا سفر

سر پر خیالِ یار کی چادر ہی لے چلیں (ناصر)

بشیر بدر نے تو محبوب کی یاد اور محبت کو حیات کے تمام غموں کا سائبان کہا ہے۔

اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو

نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

شعر 2

یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا

جہاں بادِ صرصر، صبا ہو گئی ہے

مفہوم:

راہ وفا میں گرم ہوا بادِ نسیم محسوس ہوتی ہے اور مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

تشریح:

مولانا حسرت موہانی کا شمار اردو کے نمائندہ غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ عشقِ حقیقی، حُبِ وطن اور معاملاتِ محبت پر مبنی ان کے اشعار زندگی کی امنگوں، جذبوں اور حقیقتوں کے ترجمان ہیں۔ تشریح طلب شعر میں وہ راہِ وفا کی مصیبتوں کے راحتوں میں بدلنے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وفا کی گلی میں، محبت کی راہ میں گرم لو بادِ نسیم اور بادِ شمیم کا سا احساس دلاتی ہے۔ اگرچہ راہِ وفا پُر خار اور مصائب سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن یہ تکالیف اس راہ میں خوشگوار لگتی ہیں اور انسان ہنستا کھیلتا ان کو جھیلتا جاتا ہے اور اس راہ کے غم میں بھی مزا محسوس کرتا ہے۔

یہ نادر رواج ہے رہِ شہرِ وفا کا

یہاں کی لو میں کیف ہے بادِ صبا کا

حسرت موہانی نے حُبِّ وطن میں طویل قید و بند کی سختیاں برداشت کیں۔ جیل میں چکی کی مشقت جھیلی۔ جب مقصد اعلیٰ وارفع ہو اور دھرتی سے وفا کا معاملہ ہو تو انسان جان بھی نثار کر دیتا ہے۔ اس راہ کی سختیاں تکلیف انگیز نہیں ہوتیں۔ حسرت موہانی بھی بین السطور یہی بات اجاگر کر رہے ہیں کہ مٹی سے پیار ہے۔ وطن کا کانٹا سنبل و ریحان سے بھی پیارا ہے۔ اب کال کوٹھڑی کی اذیت، افرنگی استعمار کا نفسیاتی و جسمانی تشدد اور جیل کی سختیاں اس وطن سے وفا کی راہ میں تکلیف نہیں بلکہ تسکین دیتی ہیں۔

وفا کی راہ میں اپنی ثابت قدمی اور ایثار سے اہل وفا نے قدم قدم یادگار بنا دیا ہے۔ وفا شعار آتش نمرود میں بے خطر کود ے، سرِ وادی طائف رہ گزر کو اپنے مقدس وفا شعار خون کے رنگ و بو سے منور کیا۔ قربانی کے لئے چھری گلے پہ چلوائی۔ چناب میں کچے گھڑے پہ کود ے۔ مطلوب کی خواہش میں فرہاد نے کوہ کنی کی لیکن یہ سب تکلیفیں ذریعہ سکون بن گئیں کہ منزل کے حصول میں سب خار گل محسوس ہوتے ہیں اور مصیبت خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

شعر 3

میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا

گُنہ گار ہوں اک خطا ہو گئی ہے

مفہوم:

میں اس بارگاہ عطا کا خستہ حال گنہگار اور خطا کار ہوں اور معافی کا طلب گار ہوں۔

تشریح:

مولانا حسرت موہانی کا شمار اردو کے نمائندہ غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ عشقِ حقیقی، حُبِ وطن اور معاملاتِ محبت پر مبنی ان کے اشعار زندگی کی امنگوں، جذبوں اور حقیقتوں کے ترجمان ہیں۔ زیرِ تشریح شعر میں وہ احساسِ ندامت سے دوچار گنہگاری پر عاجز اور معافی کے خواستگار ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ سب نعمتیں اسی کے حضور سے عطا ہوئی ہیں۔ میں مقصدِ تخلیق بھول گیا ہوں۔ مجھے نیابت کے لیے نعمت دے کر بھیجا گیا اور اخروی زندگی کی بنیاد بھی یہی کارکردگی ٹھہرائی گئی لیکن میں بھٹک گیا اور راہِ راست سے ہٹ گیا۔ چنانچہ خستہ حال اور پریشان حال ہو چکا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ انسان خطا کا پتلا ہے، اس سے لغزش ہو جاتی ہے۔ بشری تقاضوں میں احتیاط اور پرہیزگاری کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ مجھ سے بھی یہی غلطی سرزد ہوئی۔ لیکن باری تعالیٰ تو رحیم و غفور ہے، بخش دیتا ہے، توبہ قبول کرتا ہے، سو بار بھی توبہ توڑیں پھر معاف کر دیتا ہے اگر انسان باز آ جائے۔ میں بھی معافی کا طالب ہوں اور غلطیوں پر نادم ہوں اور صراطِ مستقیم تھامنا چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے، تو مجھے بخش کر مزید نعمتوں سے نوازے گا۔

"بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔ (القرآن)

چلے ہم نقدِ عصیاں لے کر آمرزش کے سودے کو
کہ نرخ اس جنس کا کچھ بھی نہیں رکھا گراں تو نے

شعر 4

ترے رتبہ دانِ محبت کی حالت
ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

مفہوم:

تیری محبت میں مرتبہ پانے والوں کی حالت تجھے پانے کی جستجو میں کیا سے کیا ہو گئی ہے۔

تشریح:

مولانا حسرت موہانی کا شمار اردو کے نمائندہ غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ عشقِ حقیقی، حُبِ وطن اور معاملاتِ محبت پر مبنی ان کے اشعار زندگی کی امنگوں، جذبوں اور حقیقتوں کے ترجمان ہیں۔

بحث طلب شعر میں وہ اپنے لامحدود عشق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے رب دو جہاں تیری رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے تیرے احکامات بجا لایا اور صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے طرح طرح کے مصائب و آلام کا سامنا کیا۔ تجھے پانے کی جستجو میں حالت خراب ہو گئی۔ زندگی کے سارے عوامل درہم برہم ہو گئے لیکن ہم تیری محبت و جستجو میں ثابت قدم رہے۔

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا (دردؔ)

ہم اس حقیقت سے آشنا تھے کہ راہِ عشق پہ چلنا آسان نہیں۔ رنگ و روپ بکھر جاتا ہے۔ اہلِ خانہ سے دُکھ ملتے ہیں۔ عقل کے سوگ اور دل کے روگ لاحق ہو جاتے ہیں اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

حسرت کہتے ہیں کہ اس حقیقت سے آشنائی کے باوجود ہم رہِ نوردِ شوق رہے۔ رہِ سلوک پہ گامزن رہے۔ آزمائش وابتلاء کو خاطر میں نہ لائے۔ تیری رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے ہر مشکل کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ کاش تمہاری اک ذرا سی توجہ ادھر ہو جاتی تو ہماری بگڑی بھی بن جاتی، ہماری مشکلیں بھی آسان ہو جاتیں۔ تم تو مالک و مختار ہو تمہارا افضل ہوتا تو ہماری زندگی سنور جاتی۔ دیکھئے تو آپ کے عشق میں مراتب و مدارج حاصل کرنے کے باوجود ہماری حالت کتنی خراب ہو چکی ہے۔

تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے

ادھر تو نے لیکن دیکھا نہ دیکھا (دردؔ)

مجازی معنوں میں شاعر محبوب سے شکوہ کناں ہے کہ اس کی تمام تر چاہت اور محبوب کو پانے کی حسرت کے باوجود اسے وصلِ محبوب اور نظرِ التفات حاصل نہیں ہوئی۔ محبوب کی محبت میں زمانے میں عاشقِ زار مشہور ہوئے تو رسوا ہوئے۔ پھر عاشقِ صادق کا لقب ملا۔ محبت میں تو یہ بڑا رتبہ ہے کہ زمانہ جو کبھی کسی کا نہیں ہوتا میری محبت کا قائل و شاہد ہے۔ لیکن تیری بے رخی قائم و دائم ہے، جس کے باعث حالتِ جنوں میں ہم اپنی شخصیت کو مسخ کر بیٹھے، اپنی حالت بگاڑ بیٹھے مگر تمہارے دل میں کبھی نرمی اور محبت پیدا نہیں ہوئی۔

تیری بے وفائیوں پر تیری کج ادائیوں پر

کبھی سر جھکا کے روئے کبھی منہ چھپا کے روئے (سیف الدین سیفؔ)

شعر 5

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرتؔ

جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

مفہوم:

جب منزلِ مقصود کے لیے نکل پڑا ہوں تو اے حسرتؔ منزل تک بھی پہنچ ہی جاؤں گا۔

تشریح:

مولانا حسرتؔ موہانی کا شمار اردو کے نمائندہ غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ عشقِ حقیقی، حُبِ وطن اور معاملاتِ محبت پر مبنی ان کے اشعار زندگی کی امنگوں، جذبوں اور حقیقتوں کے ترجمان ہیں۔

زیرِ بحث شعر میں وہ کہتے ہیں کہ جب کسی منزل کے لئے انسان نکل پڑے تو منزل تک بھی پہنچ ہی جاتا ہے۔ انسان ہمت کر کے کام کی شروعات کر دے تو تکمیل ہو ہی جاتی ہے۔ انسان منزل کی راہ میں موجود خطرات کے بارے میں سوچ کر بے حوصلہ ہو جاتا ہے اور عازمِ سفر ہونے سے ہچکچاتا ہے۔ یوں کام کا آغاز ہی نہیں ہو پاتا لیکن اگر ہمت کر کے انسان نکل پڑے تو راستے میں بہت سے مددگار مل جاتے ہیں اور فطرت کے عناصر درخت بھی سایہ مہیا کرتے ہیں۔

سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے

ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

رستے میں مشکلات ہوتی ہیں تو ہم خیال مددگار بھی مل جاتے ہیں اور سفر آسان ہو جاتا ہے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر

لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

حسرتؔ موہانی کا مطمع نظر قربِ خدا اور پھر غیر ملکی استعمار سے دھرتی کی آزادی ہے۔ حُبِّ وطن میں حسرتؔ نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور آزادی کی جدوجہد کی۔ اس شعر میں وہ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اگرچہ یہ ابتدا ہے لیکن جب ابتدا ہو گئی ہے، جدوجہد کا آغاز ہو گیا ہے تو منزل دور نہیں۔ جہد مسلسل سے منزل کو حاصل کر ہی لیں گے۔ اگرچہ غلامی کی رات طویل ہے لیکن قافلہ صبح، شب کی منزلوں کو طے کرتا رہا تو سحر ضرور ہو گی۔ غلامی کے مصائب کا خاتمہ ضرور ہو گا۔

طولِ غمِ حیات سے نہ گھبرا اے جگر
ایسی بھی کوئی رات ہے جس کی سحر نہ ہو

حسرتؔ امید پرست ہیں۔ مصائب انسان کو تھکا دیتے ہیں، مایوس کر دیتے ہیں لیکن حسرتؔ ناامید نہیں ہوئے۔ جب عزم پکا ہو اور خدا پر بھروسہ ہو تو انسان کڑی دھوپ کا سفر طے کر کے منزل تک پہنچنے کی کوشش نہیں چھوڑتا اور مایوس نہیں ہوتا۔

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے (حسرتؔ موہانی)

جب منزل مقصود کے لیے جدوجہد کا آغاز کر دیا ہے تو کوشش بار آور ہو گی اور منزل تک ضرور پہنچیں گے۔